

کمسنی میں امامت کے جلوے

<"xml encoding="UTF-8?">

عالم اسلام میں عہدہ امامت کا نواں راہنما، مالک شخصیت یگانہ، فضیلتوں کا دریختا، پیکر عصمت و طہارت، تاجدار کرامت و شرافت، صاحب باب المراد، حضرت امام محمد جواد علیہ السلام نے شیخ کلینی، مفید اور طوسی کی نقل کے مطابق ماہ مبارک رمضان میں آنکھیں کھولی اور آنحضرت کی رحلت ذی قعد کے آخر میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

آپ کا ہی یہ بے نظیر طرہ امتیاز رہا ہے کہ آپ سب سے پہلے بچپن میں درجہ امامت پر فائز ہوئے اور آپ سے پہلے کوئی دوسرا ایسی کمسنی میں عہدہ امامت پر فائز نہ ہوا تو ایسی حالت میں طبیعتاً یہی سوالات سامنے آتے ہیں کہ اک نوجواں ایسی حساس اور سنگین عظیم المرتبت مسلمانوں کی رہنمائی اور امامت کی ذمہ داری کا عہدہ دار کیسے ہوسکتا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی بچہ انتہائی کمسنی کے عالم میں اس حد کمال پر فائز ہوجائے کہ جانشین پیغمبر خدا بننے کا اسے مستحق دیا جائے اور کیا گذشتہ امتوں میں بھی کبھی ایسا واقعہ رونما ہوا ہے یا نہیں؛ اس لئے کہ جب امام رضا کی شہادت ۲۰۳ھ میں واقع ہوئی تو امام جواد کی عمر ۸ سال سے زیادہ نہیں تھی لہذا شیعہ حضرات بھی حیرت زدہ تھے کہ ایک بچہ کیسے درجہ امامت پر فائز ہوگیا۔

اور بعض مورخوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ شیعوں کے ایک گروہ نے عبد الرحمن بن حجاج کے گھر جمع ہوکر گریہ وزاری برپا کی چونکہ شیعوں کے لئے مشکل مرحلہ یہ تھا کہ اعتقاد شیعہ اثنا عشری کے مطابق امام معصوم کی اطاعت ایمان کا ایک اہم رکن ہے۔ اور دینی و فقیہی مسائل و مشکلات میں امام ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے البتہ امام کے شیعوں کے لئے یہ بات بھی مسلم تھی کہ امام رضا نے اپنا جانشین اپنے فرزند ارجمند امام محمد تقی جواد کو ہی مقرر فرمایا ہے مگر آنحضرت کی کمسنی کی وجہ سے کچھ مشکلات ایجاد ہوگئیں لیکن امام رضا کی محکم و مستحکم تائیدات اور امام جواد میں پائے جانے والے امامت کے کمالات سے ثابت ہوا کہ یہ ایک نقص نہیں بلکہ امام شان اقدس میں بے بہا عظمت کا ایک گوشہ ہے جس کی طرف امام رضا نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

جس وقت امام ثامن الائمہ نے اپنے فرزند ارجمند امام محمد تقی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور آپ کی جانشینی پر اصرار و تائید فرمائی تو کچھ اصحاب نے کمسنی کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے جواب میں اس طرح فرمایا: کمسن ہونا عہدہ الہی کی اہلیت کے لئے رکاوٹ کا سبب نہیں بن سکتا اور پھر اس طرف اشارہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ شیرخوارگی کے زمانے میں ہی درجہ نبوت پر فائز ہوگئے تھے جبکہ وہ تو میرے بیٹے سے بھی چھوٹے تھے لہذا امام محمد تقی کی امامت دو چیزوں سے ثابت ہوتی ہے:

۱۔ امام رضا کی فرمودات۔

۲۔ آپ کی علمی صلاحیت اور استعداد۔

لہذا آپ سے اسی لئے بہت سے مناظرہ کئے گئے ہیں۔

۱۔ شیعوں کی خواہش کے مطابق چونکہ وہ امام کے اندر علم الہی کا نظراہ کرنا چاہتے اور دوسرے حکومت کے دو خلیفہ معتمد اور مامون کی سازش کے تحت کہ بڑے بڑے دانشمندوں کو دعوت دے کر سب لوگوں کو جمع

کرکے کمسن امام سے مناظرے کئے جائیں تاکہ کسی ایک دانشمند کے سوال میں الجھ کر امام رسوائی کے (معاذ اللہ) شکار ہوجائیں اور خلفاء معاصر کی عزت افزائی ہوجائے لیکن ہمیشہ علم الہی کے مد مقابل بڑے بڑے دانشوروں کا علم بحر بیکراں کے سامنے قطرہ کی مانند نظر آیا۔

جس قت مامون نے قصد کیا کہ اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد نکاح امام محمد تقی کے ساتھ کرے تو خاندان بنی عباس کے لوگ پریشان ہوگئے اور انہوں نے سخت وحشت زدگی کا اظہار کیا اور اجتماع کرکے اعتراض آمیز لہجہ میں مامون کو کہا: یہ تمہارا کیا قصد ہے ابھی تو علی بن موسیٰ نے دنیا سے کوچ ہی کیا ہے اور خلافت کی باگ ڈور بنی عباس کے ہاتھوں لگی ہے تو اب کیا تم دوبارہ آل علی کی طرف خلافت پلٹانا چاہتے ہو۔

اب تمہیں یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ ہم اس عمل کو قالب وجود میں نہیں ڈھلنے دیں گے۔ مامون نے ان سے ی سوال کیا کہ تمہارا اعتراض کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ نوجوان کمسن ہے اور علم ودانش سے فیضیاب نہیں ہے۔

مامون نے کہا کہ تمہیں اس خاندان کی معرفت نہیں ہے، ان کے کمسن اور سن رسیدہ سب علم الہی کے حامل ہوتے ہیں اور اگر تمہیں میری بات پر اعتماد نہیں ہے تو تم میں سے کوئی بھی اس نوجوان کو سوالات کے ذریعہ آزمالے۔

بنی عباس کے لوگوں نے دانشوروں سے یحییٰ بن اکثم (کہ جو علم ودانش کے اعتبار سے مشہور زمانہ سمجھا جاتا تھا) کومعین کیا۔

مامون نے اسی کے مطابق ایک جلسہ منعقد کیا، اس جلسہ میں یحییٰ نے مامون کی طرف رخ کیا اور کہا کہ اگر اجازت ہوتو نوجوان سے سوال کی ابتداء کروں۔

مامون نے کہا: خود انہیں سے اجازت لیجئے، یحییٰ نے امام جواد سے اجازت لی۔

امام نے فرمایا: جو سوال تم کرنا چاہتے ہو کرو، یحییٰ نے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں بتائیے کہ جس نے حالت احرام میں شکار کیا ہو اس کا کیا حکم ہے۔

امام جواد نے اس سوال کے پیچ وخم کو اس طرح کھولنا شروع کردیا کہ پہلے تم یہ بتلاؤ کہ اگر اس شخص نے حالت احرام میں شکار کیا ہے تو کیا وہ حرمت شکار کو جانتا تھا یا مسئلہ سے نا آشنا تھا، عمداً قتل کیا ہے یا خطا سے، آزادی کی حالت میں، یا غلامی کے عالم میں، شکار کرنے والا چھوٹا تھا یا بڑا، اس نے پہلی بار یہ کام انجام دیا ہے یا چند بار انجام دے چکا تھا، اس نے شکار پرندہ کا کیا ہے یا غیر پرندہ کا، کسی چھوٹے جانور کا شکار کیا ہے یا بڑے جانور کا، وہ اسے انجام دینے کے بعد لاپرواہی کا اظہار کر رہا ہے یا اپنے کیے پر پشیمان ہے، کیا اس نے دن میں شکار کیا ہے یا رات میں، شکار کی حالت میں احرام عمرہ میں یا احرام حج میں؟ یحییٰ ابن اکثم اس مسئلہ کی اتنی فروع واقسام سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔

اور آثار ناتوانی اس کے چہرہ سے نمایاں ہونے لگے، زبان میں لکنت پیدا ہوگئی اور اس طریقے سے پیدا ہوئی کہ حاضرین مجلس بھی آنحضرت کے مد مقابل اس کی ناتوانی کو سمجھ گئے۔

مامون نے کہا: میں اس نعمت پر خدا کا شکر گزار ہوں کہ جو میں نے سوچا تھا وہی واقع ہوا، پھر اپنے خاندان کے افراد پر نگاہ ڈالی اور کہا: جس کو تم نہیں جانتے تھے کیا اس سے واقف ہوگئے.... اور اس کے بعد جب سب لوگ پراکندہ ہوگئے اور خلیفہ کے حوالیوں کے علاوہ کوئی جلسہ میں باقی نہ رہ گیا تو مامون نے امام جواد کی طرف رخ کیا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان جائوں کیا خوب ہے کہ اگر حالت احرام میں شکار کی ان فروع واقسام کے احکام کو آپ ہی بیان فرمادیتا کہ ہم بھی اس سے استفادہ کریں۔

امام جواد نے فرمایا: ہاں، اگر کوئی شخص مُحرم حل (احرام سے باہر) میں شکار کرے اور شکار بڑے پرندوں سے ہو تو اس کا کفارہ ایک بھیڑ ہے اور اس نے حرم کے اندر شکار کیا تو اس کا کفارہ ایک دو برابر ہے اور اگر حرم سے باہر کسی پرندے کا شکار کیا ہے تو اس کا کفارہ بھیڑ کا ایک بچہ کہ جس کا دودھ کچھ ہی دن پہلے چھڑایا گیا ہو اور اگر اس کو حرم قتل کیا ہو تو بھیڑ کے بچہ کے ساتھ بچہ پرندہ کی قیمت بھی ادا کرنا ہوگی۔

اور اگر شکار کسی گور خر (گدھے کے مانند جانور) کا کیا ہو تو اس کا کفارہ ایک گائے ہوگا اور شتر مرغ کو قتل کیا ہو تو اس کا کفارہ ایک اونٹ اور اگر ہرن ہو تو کفارہ ایک بھیڑ ہوگا۔

اور اگر ان میں سے ہر اک کو حرم میں قتل کیا ہو تو کفارہ دو گنا ہوگا۔

اور شخص حالت احرام میں کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اس کے اوپر قربانی واجب ہو جائے تو اگر احرام حج تھا تو قربانی منی کرے اور اگر احرام عمرہ میں اس نے یہ ارتکاب کیا تھا تو مکہ میں قربانی کرے، عالم وجاہل کے لئے کفارہ شکار حکم برابر ہے۔

لیکن اگر جان بوجھ کر اس نے ایسا کیا ہو تو وجوب کفارہ کے علاوہ ارتکاب گناہ بھی کیا ہے لیکن خطا کی صورت میں گناہ اس کے ذمہ ہے لیکن غلام کا کفارہ اس کے مالک کے اوپر ہے اور کمسن پر کفارہ نہیں ہے بلکہ بڑے آدمی پر کفارہ ہوگا اور جو اپنے کیے پر پشیمانی کا اظہار کر رہا ہے اس شخص نے عذاب آخرت اٹھالیا گیا ہے اور جو پشیمان نہیں ہے وہ مستحق سزا ہوگا۔

قاضی القضاۃ مات پڑ گیا، مامون نے عرض کیا: احسنت اے ابو جعفر! خدا آپ کے نیکی کرے، لیکن کیا بہتر ہوگا اگر آپ بھی یحییٰ ابن اکثم سے سوال کرے۔

یحییٰ ابن اکثم سے حصول اختیار کے بعد ابو جعفر سے نے فرمایا: اس شخص کے بارے میں بتلائیے کہ جس کا وقت ایک عورت کے اوپر نگاہ کرنا حرام تھا، قبل از ظہر وہ عورت اس پر حلال ہو جاتی ہے اور جب وقت ظہر ہوتا ہے تو اس پر حرام ہو جاتی ہے اور وقت عصر اس پر حلال ہو جاتی ہے، غروب آفتاب کے وقت اس پر حرام ہو جاتی ہے، وقت عشا اس پر حلال ہو جاتی ہے آدھی رات گزرنے پر پھر حرام ہو جاتی ہے اور طلوع فجر کے وقت پھر اس پر حلال ہو جاتی ہے تو یہ کیسی عورت ہے اور کس چیز سے حلال و حرام ہوتی ہے؟

یحییٰ نے امام کے سامنے عجز و ناتوانی کا اظہار کیا اور امام سے ان سوالات کے جوابات کی درخواست کی۔

تو امام جواد نے فرمایا: یہ عورت وقت صبح ایک مرد کی کنیز تھی، کوئی دوسرا شخص اس پر نگاہ کرتا ہے تو وہ حرام ہوتی ہے، قبل از ظہر وہ شخص کنیز کو اس کے آقا سے خرید لیتا ہے تو وہ اس پر حلال ہو جاتی ہے اور وقت ظہر پہنچتے ہی اس کو آزاد کر دیتا ہے تو پھر اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

جب عصر کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اپنے حوالہ نکاح میں لے لیتا ہے تو اس پر حلال ہو جاتی ہے۔

مغرب کے وقت اس کو ظہار کر دیتا ہے تو اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

وقع عشاء کفارہ دے دیتا ہے مجدداً پھر اس پر حلال ہو جاتی ہے اور جب رات کا نصف حصہ گزر جاتا ہے تو اس کو طلاق دے دیتا ہے اور وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور طلوع فجر کے ہنگام اس طرف رجوع کر لیتا ہے تو وہ اس پر حلال ہو جاتی ہے۔

لہذا کمسنی کے عالم ہی میں کمالات کی خاطر اور رضا نص و فرمودات کے سبب امام کی امتات آفتاب روز کی طرح سب کے اوپر روشن و واضح ہو گئی۔